www.KitaboSunnat.com

مقالات مسز ثریا علوی

حدود اللہ کا نفاذ!
باعثِ خیر و برکت

عربی لغت میں حد سے مراد باڑھ، سرحد، آخری کنارہ، انتہا، عدم اجازت اور امتناع کے ہیں۔ حد کے ایک معنی روکنا اور منع کرنا بھی ہیں اسی سے قید خانے کے دربان کو حداد کہا جاتا ہے۔ یعنی روکنے اور منع کرنے والا (امام سرخسیؒ)

حد کی جمع حدود آتی ہے۔ جس کا مفہوم الزبیدی اس طرح بیان کرتے ہیں اللہ کی حدود کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ حدود ہیں جو کھانے پینے اور نکاح طلاق کے سلسلے میں مقرر ہیں۔ مثلاً ان میں سے کونسے امور حلال ہیں اور کونسے حرام اور دوسری وہ حدود جو بطور سزا اللہ نے مقرر کر دی ہیں یعنی ایسے افعال کا ارتکاب جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے جیسے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا جو کہ حد ہے اور غیر شادی شدہ زانی یا زانیہ کی سزا سو کوڑے اور شادی شدہ زانی یا زانیہ کی سزا رجم اور قذف کی سزا اسی (80) کوڑے ہیں۔ ان کو حدود اس لیے کہا گیا ہے کہ انکا ارتکاب کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور اللہ نے یہ باڑھ لگا دی ہے جس سے گزر جانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

(سید مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس، ج ۲ - بیروت)

سزا کو حد اس لئے کہتے ہیں کہ یہ جرم کو دوبارہ واقع ہونے سے روکتی ہے اس لیے حدِ شرعی کی تعریف فقہائے اسلام ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اَلْحَدُّ عَقُوْبَۃٌ مُقَدَّرَۃٌ یُجِبُ حَقًّا لِلّٰہِ تَعَالٰی (دائرۃ المعارف للبستانی) یعنی حد سے وہ معین سزا مراد ہے جو اللہ کے حق کی حیثیت سے واجب ہوتی ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حد شرعی سے مراد وہ جرم ہے جنکی سزا متعین ہو۔ اور جسمیں کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً چور کی سزا قطع ید اور قذف (تہمت لگانے) کی سزا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسّی کوڑے -

دوم : اس سزا کا نفاذ واجب اور ناگزیر ہے - نہ تو مجرم کی توبہ اسے بچا سکتی ہے نہ حکومت اور نہ ہی عدالت' یا کوئی اور شخص - یہ اللہ کا حق ہے - اس لیے یہ سزا بہرحال نافذ ہو کر رہتی ہے -

شریعت میں جرائم کی تین اقسام ہیں اور یہ سزا کے تعین اور عدمِ تعین کے لحاظ سے ہیں

(1) حدود (2) جنایات (3) تعزیرات

جنایات سے مراد قصاص و دیت کے مسائل ہیں قصاص کو حدود میں شامل اس لیے نہیں کیا جا سکتا- کہ وہ بندے کا حق ہے- مقتول کے ورثاء اگر چاہیں تو قاتل کو معاف کر دیں یا اس سے دیت لیکر اسکی جان بخشی کر دیں-

تعزیرات سے مراد شریعت کے وہ ممنوعات ہیں جن سے منع تو کیا گیا مگر اس کی سزا حاکم اور قاضی کے صوابدید پر چھوڑ دی گئی- یہ تعزیر کی سزا دس کوڑوں سے زائد نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے

لَا یُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ اِلَّا فِی حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ

کہ اللہ کی حد کے علاوہ دس سے زائد کوڑے نہ مارے جائیں (متفق علیہ) بہرحال تعزیر کی سزا حد کی سزا سے متجاوز نہ ہونے پائے- مجرم کے حالات' نفسیات' جرم کی نوعیت اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات و نتائج کے پیش نظر سزا میں کمی بیشی اور تخفیف یا شدت ہوتی ہے- اور دوسری احتیاط یہ کہ جب تم میں سے کوئی تعزیر یا تادیب کے طور مارے تو چہرہ کو بچائے- قصاص میں مدعی یا فریق وہی شخص بن سکتا ہے جو مظلوم ہے- اور تعدی کا شکار ہوا ہے یا پھر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھنے کی شکل میں اس کے وُرثاء ہیں - بالفرض اگر کوئی وارث موجود نہ ہو تو پھر مظلوم کا ولی قاضی و حاکم ہو گا ان کے سوا کوئی اور شخص فریق مقدمہ نہیں بن سکتا-

رہ گئے حدود (جس کے لیے اردو میں فوجداری جرائم کی اصطلاح استعمال کی جا سکتی ہے) تو یہ ناقابل راضی نامہ ہیں اور ان میں ملزم کے خلاف ہر شہری یا حکومت فریق مقدمہ بن سکتا ہے - ان حدود کی تعداد مختلف فقہاء نے مختلف لکھی ہے لیکن چار پر بیشتر فقہاء کا اتفاق ہے- اور یہ درج ذیل ہیں-

1) چوری :- قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے-

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓا۟ أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَٰلًا مِّنَ ٱللَّهِ

چور مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دو- بدلہ ہے اس جرم کا جو انہوں نے کیا اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے (سورہ مائدۃ : 38)

2) زنا:- ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِى فَٱجْلِدُوا۟ كُلَّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا مِا۟ئَةَ جَلْدَةٍ

زنا کار مرد اور عورت دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو- اس آیت کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَجْمٌ بِالْحِجَارَةِ غیر شادی شدہ مرد کی غیر شادی شدہ سے زنا کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور شادی شدہ مرد کی شادی شادی شدہ عورت سے زنا کی سزا سو کوڑے اور سنگساری ہے (بیہقی فی سنن الکبریٰ - کتاب الحدود)

شادی شدہ زانی کے لئے رجم کی سزا (یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا) قرآن کریم میں سورۃ مائدہ آیات 41 سے لیکر 50 تک سے ثابت ہوتی ہے - اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر سنت سے ثابت ہوتی ہے - آپؐ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ (صحیح بخاری) بچے کا نسب اس سے ثابت ہو گا جسکے بستر(گھر) میں وہ پیدا ہو اور بدکار کے لیے پتھر ہیں- بدکار کے لیے پتھر کا یہ فوجداری اصول نبی علیہ الرحمتہ نے خطبہ حجتہ الوداع میں میں تقریباً" سوا لاکھ اصحابؓ کی موجودگی میں بیان فرمایا- آپؐ کے عہدِ مبارک میں رجم کے 4 واقعات پیش آئے جنکی تفصیلات کتب حدیث میں موجود ہیں-

3) قذف :- (کسی پر زنا کی تہمت لگانا)

وَٱلَّذِينَ يَرْمُونَ ٱلْمُحْصَنَٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا۟ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَٱجْلِدُوهُمْ ثَمَٰنِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا۟ لَهُمْ شَهَٰدَةً أَبَدًا ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ (نور :4)

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمتِ (زنا) لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کریں تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور پھر کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرنا- یہ لوگ فاسق ہیں-

4) ڈکیتی اور راہزنی :- إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (مائدۃ ۳۳)

بیشک ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو جلا وطن کر دیا جائے۔ یہ ان کے لیے ذلت ہے دنیا میں اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

بعض فقہاء نے اس میں مے نوشی اور ارتداد کو بھی شامل کیا ہے۔

5) مے نوشی :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مائدۃ:90)

اے ایمان والو بیشک شراب اور جوا اور بت پانسے یہ ناپاک اور شیطانی کام ہیں ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ - نبی کریم کے مبارک عہد میں شرابی کی سزا 40 ضربیں تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں 40 کوڑے کر دی گئی - مگر جب لوگ باز نہ آئے تو حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کے مشورے سے 80 کوڑے سزا مقرر کر دی۔ حضرت عمرؓ نے ایک دوکان اس بنا پر جلا دی۔ کہ وہاں شراب خفیہ طور پر بیچی جاتی تھی اور ایک موقع پر ایک گاؤں پھر اس لیے جلا دیا کہ وہاں خفیہ طور پر شراب کشید ہوتی تھی۔

6) ارتداد :۔ یعنی دین اسلام چھوڑ کر کفر کی روش اختیار کرنا۔

وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ:217)

جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ مرجائے کافر ہی، یہ وہ لوگ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جن کے عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے۔ یہ اہل نار ہیں۔ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ جو مسلمان شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اسکو قتل کرنا جائز نہیں الا یہ کہ اس میں ان تین باتوں میں سے کوئی ایک سبب پایا جائے۔ شادی شدہ زانی ہو یا اس نے قتل کیا ہو یا اپنے دین کو چھوڑ دے اور جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے۔

دین کو چھوڑ کر مسلمین کی جماعت سے الگ ہونے والے کے حالت اسلام کے سارے اعمال ضائع تو ہو ہی جاتے ہیں یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ ایک شخص محض کافر بن جانے پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے بعد دوسرے لوگوں کو بھی اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرے۔ اسلام کے خلاف خفیہ و علانیہ تدبیریں کرنے لگ جائے کہ کسی طرح کفر کا بول بالا ہو اور اس کے مقابلہ میں اللہ کا دین سرنگوں ہو جائے۔ ایسا شخص بھی واجب القتل ہے اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کے فساد سے عوام الناس کو محفوظ رکھنے کے لئے اس پر حد نافذ کرے۔ پاکستان میں اول الذکر پانچ جرائم کو حدود میں شامل کیا گیا ہے اور ارتداد کو حدود مین شامل نہیں کیا گیا۔

ان سزاؤں کا مقصد

غرض و غایت اور مقصد کے اعتبار سے حدود، قصاص اور تعزیر میں کوئی خاص فرق نہیں ہے ان سب سزاؤں، مقررہ ہوں یا غیر مقررہ، حق اللہ سے متعلق ہوں یا بندوں کے حق سے۔ سب کا مقصد ایک ہی ہے وہ ہے معاشرے کو جرائم سے پاک کرنا ور امن و امان قائم کرنا۔

خود انسانی فطرت طبعاً جرم کو ناپسند کرتی ہے اور جرم کرنے والے کو سزا دینا چاہتی ہے پھر معاشرہ میں امن و امان قائم کرنے کے لئے جرم کی سزا دینا ضروری ہے۔ اگر جرم پر سزا ختم ہو جائے تو وہ معاشرہ درندوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے حکومت کا قیام بھی اسی لیے ہوتا ہے کہ مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچا کر دوسرے انسانوں کے جان و مال اور عزت آبرو کا تحفظ کرے۔

خود قرآن پاک حدود کے نفاذ کے دو ہدف یا مقصد بیان کرتا ہے چوری کے جرم میں فرمایا **جزاء بما کسبا** اور **نکالا من اللہ** یعنی جرم کی سزا اور دوسروں کے لیے عبرت کا سامان اسی طرح قصاص کے سلسلے میں فرماتا ہے ۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَٰٓأُوْلِي ٱلْأَلْبَٰبِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اے عقل والو تمہارے لیے قصاص لینے میں زندگی ہے تاکہ تم (اس قانون کی خلاف ورزی کرنے سے) پرہیز کرو۔

لہٰذا جرم کی سنگینی کے لحاظ سے شریعت نے سزائیں مقرر کی ہیں۔ تاکہ لوگوں کے دلوں میں سزا کا خوف پیدا ہو اور وہ پھر جرم کے ارتکاب کی ہمت نہ کریں۔ اور عبرت کا مفہوم یہ ہے کہ سزا برسرعام دی جائے۔ تاکہ عوام الناس اس سے عبرت حاصل کریں اور آئندہ ان جرائم [1] سے پرہیز کریں۔ زنا کی سزا بیان کرتے وقت اللہ کا ارشاد ہوتا ہے

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ

یعنی ان کو سزا دیتے وقت کا گروہ وہاں موجود ہو۔

لہٰذا ان سزاؤں کا مقصود معاشرے میں امن و امان قائم کرنا بھی ہے اور اس کے ساتھ مجرمین کا تزکیہ نفس بھی کہ وہ اللہ کے عذاب سے بھی آخرت میں بچ سکیں۔ اسلام جرائم کو روکنے کے لیے دلوں میں ایمان اور صالح عقائد کے پہرے بٹھاتا ہے۔ اللہ پر ایمان اور آخرت پر ایمان اپنے اعمال کی جوابدہی کا ہر دم احساس' یہ خوف خدا اور فکر آخرت کے عقائد انسان کو گناہ کرنے اور جرم کا مرتکب ہونے سے روکتے ہیں۔ اسلامی شریعت اور دینی تعلیم کے ذریعے ان جرائم کے خلاف دل میں نفرت پیدا کی جاتی ہے ایک سچے مسلمان کی تعریف ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ

مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کی تکلیفوں سے محفوظ رکھے۔

پھر اسلام ایسا صالح ماحول پیدا کرنے کا اہتمام کرتا ہے جسمیں گناہ کرنا مشکل ہو۔ ہر ایک کی ضروریات اس کو جائز طریقے سے حاصل ہوں۔ اور ناجائز روش اختیار کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ پھر ایسے ماحول میں اگر کوئی شخص محض اپنی الذّو طبع کے باعث کسی

---

[1]: چند ماہ قبل وطن عزیز میں بھی یہی بحث چلی تھی کہ کیا حدود اللہ عوام کے سامنے دی جا سکتی ہیں یا کہ اس میں شرف انسانی کی توہین ہے تب سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا تھا کہ برسرعام نہ ہوں کیونکہ انسانی شرف اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی مقالہ کی دوسری قسط میں بالتفصیل اس موضوع پر بایں عنوان روشنی ڈالی گئی ہے "حدود اللہ کو کھلم کھلا دیا جا سکتا ہے؟"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کو ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ وہ سب لوگوں کے لیے باعثِ عبرت بن جائے۔اس طرح اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ معاشرے سے جرائم کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خوفِ خداوندی اور تقویٰ رکھنے والے مسلمانوں سے جب برینائے بشریت کوئی گناہ ہو گیا تو انہوں نے اپنے آپ کو سزا کے لیے خود پیش کیا تاکہ وہ توبہ و استغفار کرکے پاک صاف ہو اور اخروی سزا سے بچ سکیں۔

اگر کوئی شخص بغیر کسی شہادت کے محض اخروی سزا کے خوف سے خود اپنے آپ کو سزا کیلئے پیش کرتا ہے تو اس پر بھی حد لاگو کرنا ضروری ہے اس لیے کہ دوسرے اس کو سزا سے بچنے کا بہانہ نہ بنا لیں۔ جبکہ ان کے دل میں حقیقی توبہ و ندامت کا احساس نہ ہو۔

سزا نافذ کرنے کی شرائط

یہ شرائط بڑی کڑی ہیں اور مخصوص قسم کی شہادت کی بنا پر ہی سزا نافذ کی جا سکتی ہے۔

:1 تطہیر معاشرہ :۔پہلے تو جرم کے اسباب و محرکات کو چُن چُن کر ختم کیا جائے اور صالح معاشرہ قائم کیا جائے

:2 پھر مملکت کا نظام اسلامی اصولوں کے مطابق ہو، تمدن اور معاشرت کی تشکیل اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہو۔

:3 جہاں تک ہو سکے مجرم کی پردہ پوشی کی جائے۔ارشادِ نبوی ہے

اِدْفَعُوا الْحُدُودَ مَا وَجَدْتُمْ لَهَا مَدْفَعًا

جب تک تمہیں گنجائش ملے، حدود کو ساقط کر دو۔

:4 گواہ ایسے ہوں جو مسلمان ہوں ۔ عاقل بالغ اور قابلِ اعتماد ہوں ۔ پہلے کسی سزا میں ماخوذ نہ ہوں اور نہ ہی ملزم سے ان کی کبھی دشمنی رہی ہو۔

:5 جب حاکم کے پاس جرم ثابت ہوں قرائن اور گواہوں کے ذریعے تو پھر حد لازماً نافذ ہونی چاہیے۔ پھر اس میں نرمی نہ ہو۔ ارشاد نبوی ہے

لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ　　اللہ کے دین کے معاملے میں ان پر ترس کھانے کا جذبہ تم پر غالب نہ آجائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6: اقامتِ حدود میں وقوعہ کے حالات اور خود ملزم کے حالات بھی پیش نظر رکھنے ضروری ہیں۔ مثلاً" زمانہ جنگ میں یا قحط کے موقع پر سرقہ کی حد نافذ نہیں کی جا سکتی۔ پھر سرقہ کی حد اسی سوسائٹی میں نافذ کی جا سکتی ہے جہاں اسلام کے معاشی اصول و قوانین پوری طرح نافذ ہوں۔ اس طرح زنا یا قذف کی سزا اسی معاشرے میں دی جا سکتی ہے ۔ جہاں مرد و عورت میں واضح اختلاط نہ ہو۔ نکاح آسان ہو جنسی بے راہروی کے ممکنہ تمام اسباب یعنی فحاشی' بے حیائی' اشاعت فحش وغیرہ سے معاشرہ پاک ہو اور ایسے معاشرے میں زنا مشکل ہو۔

قانون نافذ کرنے کا اختیار

حدود اللہ کو قائم کرنے کا اختیار حکومت اور عدالت کو ہے ۔ کوئی آدمی اپنے طور پر کسی کا ہاتھ نہیں کاٹ سکتا۔ یا قتل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جتنی حدود کی سزائیں بیان کی گئی ہے۔ سب میں (فَاقْطَعُوْا ' فَاجْلِدُوْا) وغیرہ میں جمع امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے ۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی آدمی بذات خود یہ سزا نہیں دے سکتا۔

شریعت اسلامی کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ ذمہ دارانہ حیثیت کے اشخاص اگر گناہ کریں تو ان کی حیثیت کے پیشِ نظر ان کی باز پرس زیادہ سخت طریقے سے ہونی چاہیے ۔ عام افراد کے مقابلے میں ان سے نرمی اور رعایت برتنے کے بجائے ان سے زیادہ شدت برتی جاتی ہے ۔ مثلاً" سورہ احزاب میں آیت نمبر 30 میں ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے

يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَٰعَفْ لَهَا ٱلْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بیحیائی کا ارتکاب کرے اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا۔

یا جس طرح قریش کی ایک عورت نے چوری کی اور اسے سزا سے بچانے کے لیے آپؐ کے خدمت میں سفارش پیش کی گئی تو آپؐ نے فرمایا "خدا کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمدؐ (یعنی خود میری بیٹی) بھی یہ جرم کرتی تو سزا سے نہ بچ سکتی۔ گزشتہ قومیں صرف اس لیے ہلاک ہوئیں کہ ان میں جب کوئی امیر جرم کرتا تو اسے سزا نرم کر دی جاتی اور جب کوئی غریب وہی جرم کرتا تو اس پر حد نافذ کر دی جاتی"

اسلام نے جرم و سزا کا جو نظریہ پیش کیا ہے ۔ وہ بالکل انوکھا اور نرالا ہونے کے باوجود مکمل طور پر قابل عمل اور شرح جرائم کو ختم کرنے والا ہے ۔ جو ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے عالم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغیب والشہادۃ ماننے اور فکر آخرت کے تصور پر مبنی ہے۔ اس نظام سے حیرت انگیز انقلاب پیدا ہوا۔ خود مجرم بغیر کسی شہادت کے بنفسِ نفیس حاضر ہو کر اپنے گناہ کا اقرار کرتا اور حد نافذ کرنے پر اصرار کرتا ہے آپؐ چاہتے ہیں کہ پردہ پوشی ہو جائے اور سزا نافذ ہونے کا موقع نہ آئے مگر مجرم کو اصرار ہے کہ آخرت کی سزا سے بچنے کے لیے مجھے پاک کر دیجئے۔ چنانچہ ماعز اسلمیؓ کا واقعہ ہو یا غامدیہ کا مقدمہ۔ خود ہی انہوں نے اعتراف کر کے حد نافذ کرنے پر اصرار کیا۔

اس طرح دو مجرموں نے خود چوری کے اعتراف کیے۔ پھر کٹے ہوئے ہاتھ کو اٹھا کر مخاطب کیا "اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بچالیا ورنہ تو مجھے دوزخ میں لے جانا چاہتا تھا۔

حدود اللہ کا نفاذ خیر و برکت کا باعث ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

إِقَامَةُ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللهِ

(راوہ ابن ماجہ عن ابن عمرؓ والنسائی عن ابی ہریرۃؓ)

یعنی اسلامی مملکت میں ایک حد قائم کرنا چالیس رات کی باران رحمت سے (برکت اور منفعت میں) بہتر ہے۔

حدود نافذ ہونے سے معاشرہ مستحکم ہوتا ہے امن و امان قائم ہوتا ہے ہر ایک کی جان مال عزت و آبرو محفوظ ہوتی ہے آپس میں محبت ہمدردی اخوت بڑھتی ہے جسکے نتیجے میں ملکی خوشحالی اور افزائش رزق ہوتی ہے۔ زمین اپنے خزانے اگلتی ہے تو آسمان سے بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے قرآن کریم میں اللہ کا ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ (مائدۃ: 66)

کاش انہوں نے توراۃ اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان پر رب کی طرف سے نازل کی گئی تھیں! اگر وہ ایسا کرتے تو ان کے لیے اوپر سے رزق برستا اور پاؤں کے نیچے سے اُبلتا

سورۃ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (الاعراف:96)

اگر بستی والے لوگ ایمان لائیں اور اللہ سے ڈریں تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیں مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو پھر ہم نے ان کو ان کی کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔

اس ارشادِ الٰہی سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے قانون کو نافذ کرنے سے برکتوں اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے جب کہ اس سے اعراض کرنا سراسر نقصان اور تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ دراصل اللہ کا قانون ہر افراط و تفریط سے پاک متوازن قانون ہے۔ جسمیں اللہ نے انسان کی فطرت کے مطابق اصول و احکام دیئے ہیں اور وہ ہیں بھی قابل عمل۔ انسانی ہمت سے بڑھ کر بھی نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اسکی ہمت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (البقرة:285)

اللہ کے قانون کے علاوہ دنیا میں جتنے بھی قوانین ہیں وہ سب قرآن کریم کی اصطلاح میں جاہلیت کے قوانین ہیں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ

(سورۃ مائدۃ آیت نمبر 50)

کیا لوگ جاہلیت کے قانون کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ کے قانون سے بڑھ کر کس کا قانون اچھا ہو سکتا ہے؟۔

پاکستان اسلامی قانون کو نافذ کرنے کے لیے منصۂ وجود پر جلوہ گر ہوا تھا چاہیے تو یہ تھا کہ قیام کے معاً بعد یہاں اسلامی نظام نفاذ کر دیا جاتا۔ مگر بوجوہ ایسا نہ ہو سکا۔ مدت بعد صدر ضیاء الحق شہید کو اللہ نے اس کی کچھ جزئیات نافذ کرنے کی توفیق دی، 12 ربیع الاول 1399ھ (دس فروری 1979ء) کو حدود آرڈیننس نافذ ہوا۔ علاوہ ازیں وفاقی شرعی عدالت قائم کر کی اس کے ذمے یہ فریضہ سونپا گیا کہ وہ تمام قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالے۔ تب سے ان حدود کے خلاف وقتاً" فوقتاً" آواز اٹھتی رہی۔ مگر 1988 کے اوائل میں خصوصاً" بے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظیر حکومت کے دوران ان سرگرمیوں میں تیزی آگئی۔ اور یکایک بازاروں میں اس کے خلاف لٹریچر آنے لگا۔ خود ٹی۔ وی اور ریڈیو پر ان حدود کا تمسخر اڑایا گیا۔ ان کو ظالمانہ اور وحشیانہ کہا گیا۔ اس وقت میرے سامنے تین چار پمفلٹ پڑے ہیں جن میں اسلامی قانون کے خلاف بہت زہر اگلا گیا ہے۔ "کیا بربریت کو قانون کا تحفظ حاصل ہونا چاہیے؟ کے تحت لکھا گیا ہے حدود آرڈیننس غیر منصف ہے اس کا شکار غریب اور بے سہارا ہیں یہ سرعام کوڑے اور سنگساری کی سزائیں دی کر معاشرے میں تشدد کو جنم دیتا ہے۔ اس قانون کے تحت عورتوں کا اپنی شادی یا طلاق کے بارے میں اپنی مرضی رکھنا خوفناک نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ یہ عورتوں پر جبر کو فروغ دیتا ہے۔ زنا بالجبر کی شکار عورت سزاوار ہے اور مرد زانی آزاد ...... بربریت کو قانون کا تحفظ نہیں ملنا چاہیے...... ہم پاکستان کے تمام انصاف پسند شہریوں کو دعوتِ عمل دیتے ہیں کہ وہ اس آرڈیننس کی بنیادی ناانصافی کے خلاف آواز اٹھائیں اور سرگرمی سے اسکی تنسیخ کی جدوجہد میں شامل ہوں ...... منجانب کمیٹی "برائے منسوخی حدود آرڈیننس" یہ اشتہار 20 فروری کو انگریزی اخبار "ڈان" اور 3 جون 1988 کو ملک کے کثیر الاشاعت اردو اخبار جنگ کراچی میں شائع ہوا۔ اور ساتھ گمراہ کن اعداد و شمار بھی پیش کئے گئے اور تو اور سابق بے نظیر حکومت نے اسلامی مملکت کی سربراہ ہوتے ہوئے یہ بیان دیا کہ "ہم ہاتھ ناک کان کاٹنے کو غیر مناسب سمجھتے ہیں"

دوسری تیسری پشت پر کوڑے برسائے جائیں گے۔ اور سینکڑوں آدمی روزانہ سنگسار ہونے لگیں گے۔ اس موازنہ میں ان کو اسلام کی سزائیں ہولناک اور وحشیانہ ہی نظر آئیں گی۔ مگر جو بات غور کرنے اور یاد رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ آج تو معاشرے کی بگڑی ہوئی حالت ہے اور وہ اسی کو فطری حالت سمجھ بیٹھے ہیں۔ اسلام تو سب سے پہلے معاشرے کو ہی بدلتا ہے خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کے تصور سے جو معاشرہ وجود میں آتا ہے اس میں صرف غیر معمولی قسم کی بیمار ذہنیت رکھنے والے چند افراد ہی ایسے قبیح جرم کا ارتکاب کر سکتے ہیں پھر ایسے بیمار ذہنوں کا (جو دو چار ہی ہو سکتے ہیں' اس سے زیادہ نہیں ہو سکتے) صحیح تدارک رجم کوڑے اور قطع پر ہی ہو سکتے ہیں: اسلامی تاریخ کے حوالے سے اور آج مملکت سعودی عرب کے حوالے سے جہاں کچھ حد تک اسلامی قانون نافذ ہے یہ بات مکمل یقین کے ساتھ کی جا سکتی ہے کہ جرائم کا خاتمہ صرف اور صرف اسلامی قانون ہی کر سکتا ہے حدود اللہ کا

---

[1] : مقالہ ہذا کی دوسری قسط میں یہی مضمون عقل کی روشنی میں تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں "کیا حدود اللہ وحشیانہ ہیں"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفاذ تو شرف انسانی کا تحفظ اور امن و امان کے قیام کی ضمانت انسانی معاشرہ کو استحکام بخش کر جرائم کے کامیاب سد باب کی گارنٹی ہے تھوڑے سے تجزیہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سزائیں نہ ظالمانہ ہیں نہ غیر مناسب پھر جب تک چار عینی گواہ موجود نہ ہوں' زنا کی سزا نافذ نہیں ہو سکتی۔ پھر شہادت کا انداز بڑا ذمہ دارانہ اور معیار بڑا کڑا ہے وگرنہ وہ قذف کا کیس بن جائے گا اور الزام لگانے والا خود مستوجبِ سزا ہو گا محض اس لیے کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ فحش کی اشاعت جہاں تک ممکن ہو روکی جائے (سورہ نور) پھر شہادت کے کڑے معیار کے بعد گواہوں کی تعداد کا تعین (کہ لازما" 4 گواہ عینی ہوں) یہ معیار اتنا کڑا ہے کہ عملی دنیا میں اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں اور پھر خلفائے راشدین کے عہد میں حدود کے جتنے بھی مقدمات روایت ہوئے ہیں سب نے اقبال جرم کی بنا پر سزا پائی وگرنہ شہادت کی بنا پر زنا کا ایک بھی کیس سزا کا باعث نہ بن سکا۔

ہمارے لیے ایک اصولی فیصلہ

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ

ترجمہ:- یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہ ہونگے۔ جبتک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو صاف کہہ دو کہ ہدایت بس وہی ہے جو اللہ نے بتائی ہے (البقرۃ آیت نمبر120)

جب اہل مغرب مسلمانوں کو مذہبی' جنونی اور وحشی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں تو یہ مغرب پرست مسلمان ان کے سامنے معذرت خواہانہ انداز اختیار کرنے لگتے ہیں سوال یہ ہے آپ ان کے ایسا کہنے سے کیوں گھبراتے ہیں کہ اپنے اصول و احکام کو بدلنے پر تل گئے ہیں اور مغربی قانون کا کلہاڑا ہاتھ میں لے کر اپنے اسلامی قانون کی مرمت کرنے چلے ہیں اور اپنے اصول و احکام کو بدلنے پر تلے ہیں۔ کیا آپ اپنے دین کے حوالے سے احساس کمتری کا شکار ہیں' کیا آپ کے قوانین ایک مرتبہ نہیں بارہا دنیا کو اپنی حقانیت کا معترف کروا چکے ہیں۔ کیا انہیں قوانین کو ہی نافذ کر کے اسلام نے فلاحِ انسانیت کے زریں باب رقم نہیں کیے کہ جن کی مثال آج تک تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آج بھی سعودی عرب کا امن پوری دنیا کے لیے چیلنج ہے کہ کوئی اور ایسا نظام لاکر تو دکھاؤ جس کے ثمرات اس طرح روز افزوں ہوں۔ سوال یہ ہے کہ آپ کس حد تک ان کے سامنے معذرت پیش کریں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے۔ کہاں تک اسلامی قوانین کی درگت بنائیں گے۔ اگر اس سے مغربی آقاؤں کے سامنے آپ کی ہیٹی ہوتی ہے تو آپ بیشک اسلام کو چھوڑ کر ان مغربی آقاؤں کے دین پر آمنّا و صد کہہ دیں۔ مگر جب تک آپ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں وہ کسی صورت بھی آپ سے راضی نہ ہونگے۔ پھر آپ کی یہ منافقت نہ اسلام کے لیے بہتر ہے نہ خود آپ کے لیے۔ یہی منافقت اور دو رنگی ہی تو مسلمانوں کو دنیا میں ذلیل و خوار کر کے رکھ دیتی ہے اور آخرت میں عذاب الیم ایسے مسلمانوں کے لیے تیار ہے (دیکھئے سورۃ بقرۃ آیت نمبر85)

ہم نے اصولی فیصلہ یہ کرنا ہے کہ ہم مسلمان رہیں یا نہ رہیں، مگر مسلمان رہ کر مغربی آقاؤں کے بجائے اللہ تبارک وتعالیٰ بزرگ و برتر کے قانون پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا لازمی ہے۔ اس کا ارشاد ہے

ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً (البقرۃ)

کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اور پھر اللہ تعالیٰ یہ نوید سناتا ہے کہ اگر تم مخلص مومن بن جاؤ تو اللہ کے احکامات کے مطابق اپنی پوری زندگی ڈھال لو تو پھر تم ہی سربلند ہوگے اور کوئی دوسرا تم پر غالب نہیں آسکتا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

تم ہی غالب ہوگے اگر تم مومن ہو (آل عمران آیت نمبر139)

اللہ بزرگ و برتر کا وعدہ ہرگز جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ یہ دنیا سرخروئی، عزت، شان و شوکت کا راستہ ہے اور آخرت میں بھی نجات کامیابی اور فلاح کا۔۔۔۔۔۔۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ